پ,وفیسر ڈاکٹر شاہد اقبال کامران/
ڈاکٹر نورینہ تحری..

# * پ کستانی شاعری میں علامت نگاری

Symbolism is the beauty of poetic language. Basically a poet takes advantage of this style of language in his writings. In this essay a review has been made with regards to symbolism of Pakistani poetry.

ڑ* نوں کا آغاز اشارے، کنائے اور علامات سے ہو* ہے، جبکہ ڑ* ن کی امکان شماری اور K لا نی مافی الضمیر کی کفا ) کا# ازہ قائم کرنے کا اولین اسلوب شاعری ہے۔ ڑ* ن بجائے خود علامت ہے اسی طرح شاعری کسی ڑ* ن کے بولنے والوں کے ہمہ Ò اور ہمہ نوع تجز* ت، محسوسات اور مشاہدات کا علامتی اظہار ہے۔ ہم میں سے کون کہہ سکتا ہے کہ ہماری ڑ* ن میں د7 ی ب لغت ہمارے مافی الضمیر کے اظہار پ, مکمل طور پ, قادر ہے؟ تو اس سے یہ سوال پیدا ہو* ہے کہ ا/ آ Ç جو کچھ د- ] ہے وہ ) پہ نہیں آ سکتا تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ ذہن جو کچھ سوچتا ہے اور جس طرز اور طریق پ, سوچتا ہے وہ ڑ* ن میں د7 ی ب الفاظ و- ا کیب میں ادا کیا جاسکے؟ تو یہی وجہ ہے کہ شاعری اور علامت کا رشتہ انیسویں صدی کے وسط میں ابھرنے والی علامت نگاری کی تحری- سے بہت پ,*• اور اس تحری- کے زی,ا* سامنے والی شاعری کی حدود سے ماوراء رشتہ ہے۔ علامت نگاری کی تحری- کے زی,ا* شاعری کرنے والے شعراء نے علامت کو اپنے داخلی اور نہاں $ ذاتی محسوسات وتصورات کے ابلاغ کا عنوان بنا* یا اور داخلیت سے وابستگی کے علامتی اظہار میں مبالغہ آمیزی سے بھی ا/ ,ی نہ کیا* پ کستانیوں کا اجتماعی مزاج داخلی* ی ذاتی نہیں۔ ان کا طبعی رجحان خارجی د* سے دلچسپی اور اجتماعی معا5ت ومسائل میں حصہ e کی طرف رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ د* بھر کے درد وغم کو سمجھنے، سمیٹنے اور سہنے میں نقصان دہ حد- آگے چلے جاتے ہیں۔ یہ ا- معلوم حقیقت ہے کہ ا/• شتہ صدی کی* پ نچویں دھائی کے اo% میں سامنے والی علامت نگاری کی تحری- کے داخلی اور ذاتی رجحان کے علاوہ بھی* پ کستانیوں کے فکر وخیال کو کبھی تصوف کبھی روحا M اور کبھی مذہب کے* م پ, د* سے ا/ ,ی کرنے اور داخل کی د* کو شاد و* ب دکرنے کا درس دینے کی روش بھی قائم رہی اور اس مقصد کے لیے شعری علامات کو بھی ا- خاص ر- ڈھنگ دینے کا چلن اسلامی ادب اور Ã* ی تی ادب کے* م پ, قائم رہا۔(1) لیکن یہ کوشش* پ کستانیوں کے مزاج سے ہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے کامیاب نہ ہوسکیں اور شعری علامات ہر لحظہ+ لتی ز* گی کے رواں دواں مزاج اور ماحول سے مطابقت پیدا کرتی رہیں۔

ا۔ طا ) علم علامت اور اس کے پس منظر کو کس طرح سمجھ سکتا ہے، ڈاکٹر انور سد+ اپنی* لیف ''اردو ادب کی تحریکیں'' میں ابن فر+ کے دو مقالات بہ عنوان ''علامت کا تصور زمانی و مکانی'' اور ''دیو مالا اور علامت'' اور ڈاکٹر وزیر آغا کے حوالے سے وضا # کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''لغوی اعتبار سے علامت انگریزی لفظ سمبل Symbol کا ترجمہ ہے اور یہ یونانی لفظ سمبالین Symboline سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں ''دو چیزوں کو ا۔ ساتھ رکھنا'' علامت کے اس معنی میں اگر چہ تشبیہ اور استعارہ کے عناصر بھی شامل ہیں* ہم ایسا معلوم ہو* ہے کہ # تخلیقی ذہن نے ترقی کی اور دو مماثل حقیقتوں میں وجہ اشتراک کی مختلف جہتوں کے لیے تشبیہ، استعارہ، تمثال اور پیکر وغیرہ الفاظ وضع ہوئے تو علامت کو بھی الگ مفہوم » کیا H ۔ اور مقصود ا۔ ایسا اشارہ تھا جو کسی شے کے ذکر سے ذہن کو* لواسطہ طور پر اس شے کے C دی وصف کی طرف منتقل کر دے۔ فرائیڈ کے مطابق کسی شے کا تصور # مرور ایام کے ساتھ کسی اور شے پر مرتسم ہو جائے تو اس سے علامت ¼ر میں آتی ہے۔ ژ ۔ علامت کو ا۔ ایسا مظہر قرار دیتا ہے جو* معلوم شے کو نسبت سے پیش کر* ہے اور کسی دوسرے طر j سے اظہار کی راہ نہیں ۔ ژ ۔ نے علامت کو K ن سے بھی ممیز کیا ہے۔ چنانچہ بقول ژ ۔ K ن ذہن میں ہمیشہ ا۔ معین چیز کو جنم دیتا ہے لیکن علامت متعلقہ شے کی بعینہٖ نمائندگی نہیں کرتی بلکہ K ن کو شے کے C دی تصور کی طرف متوجہ کرتی ہے۔'' (2)

دراصل یہ علامت ہی ہے جو ذہن کے دامن امکان اور حدود فہم میں چہار ابعادی توسیع کا Ž ہے۔ حقیقت ہو خواب و خیال، تعبیر ہو تجر+ اس کے مکمل بیان کے لیے علامت کا سہارا 8 پر* ہے۔ یوں K نی فرا & کے نہا $ ارفع ابلاغ یعنی شاعری اور علامت نگاری کو ہم معنی بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ا۔ شاعر اپنے درا و* زہ* کو علامت کے بغیر بیان ہی نہیں کر سکتا ہے۔ فیض احمد فیض بتاتے ہیں کہ:

''علامات سے ہم ایسے استعارے مراد e ہیں جنہیں شاعر اپنے C دی تصورات کے لیے استعمال کر* ہے جس طرح ہم کسی لفظ کو اصطلاح قرار دے کر اس کے خاص معنی مقرر کر e ہیں خواہ اس کا لغوی مفہوم کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح شاعر اپنے تجر* ت کے اظہار میں بعض الفاظ کو اصلاحات قرار دے 8 ہے۔ شاعر اور اس کے g والوں میں ا۔ مفاہمت سی ہو جاتی ہے کہ # شاعر سفاک کہے تو اس کی مراد چنگیز خاں سے نہیں اپنے محبوب سے ہے۔'' (3)

اردو شاعری کے ابتدائی موضوعات، تجر* ت، مشاہدات اور Â م علامات بڑی حد ۔ فارسی اور ترکی زبانوں کی شاعری سے مستعار معلوم ہو* ہے۔ عربی زبان کی* وت بھی + از ہوئی، لیکن جلد ہی اردو شاعری نے جہاں ا۔ طرف پرانی اور 7 ب

علامتوں کو یکسر نئے معنی اور نئے زاویے حوالے دے دیے وہیں علامتوں کا اپنا جہان بھی آباد کر لیا۔اس عمل میں & بڑی مدد وہ شعوری ہو یا لا شعوری، مقامی زبانوں اور بولیوں سے اردو زبان کو ملی۔ صغیر جہاں اردو زبان پیدا ہوئی اور پروان چڑھی، ایک کثیر اللسانی خطہ ہے، زبانوں اور زبانوں سے معمور خطہ ارضی جسے کبھی زوال نہیں آیا۔تو جلد ہی اردو زبان جہاں دربار سے نکل کر بازار میں عام ہوئی اور پروان چڑھی وہیں فارسی کی جگہ سے نکل کر مقامی اثرات سے متصل ہونا شروع ہوئی۔یوں ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اردو دراصل مختلف زبانیں بولنے والوں کے مابین اتصال سے وجود میں آئی۔

فیض احمد فیض اپنے مضمون ''اردو شاعری کی پرانی روایتیں اور نئے تجربات'' میں وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''اردو زبان اور اردو شاعری فارسی اور مقامی بولیوں کے باہمی میل جول کا نتیجہ ہے۔ان کا آپس میں میل جول غالباً اسی وقت شروع ہو گیا ہوگا جب مسلمان پہلے پہل ہندوستان میں آ کر آباد ہوئے۔شاہجہان کے زمانے تک یہ اختلاط روزمرہ بول چال تک محدود رہا اور ادبی تصنیفات اس سے زیادہ متاثر نہ ہوئیں لیکن چودھویں صدی اور اس کے بعد کے شعرا فارسی الفاظ اس کثرت اور بے تکلفی سے استعمال کرتے ہیں کہ ہمیں اردو زبان کا خاکہ صاف نظر آنے لگتا ہے۔''(4)

قیام پاکستان تک اردو شاعری میں علامت نگاری اپنے جملہ امکانات کو دریافت کر چکی تھی۔قلی قطب شاہ کہ جو ننھی مُنی کالی بدلیوں سے ڈھکی پہاڑی چوٹیوں کو علامت کے طور پر استعمال کرتے ہوئے محبوب کے سراپے کے بعض اہم اجزا کا ذکر کرتا ہے، سے لے کر میر تقی میر، نظیر اکبر آبادی، میرا جی، غالب اور اقبال تک نے اپنی شاعری میں علامتوں کا ایک تازہ جہان آباد کیا اور مستعمل علامت کو تازہ اور نادر معانی کے زیورات پہنائے۔فیض احمد فیض اس عہد کی شعری علامات کا عمومی تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''جن علامات کا خالص درباری زندگی سے تعلق تھا وہ متروک ہوتی جا رہی ہیں۔مثلاً رقیبوں کے جوڑ توڑ، حاسدوں کی ریشہ دوانیاں، حاجبوں اور دربانوں کی فرعونیت۔ محبوب محبوبہ بن چکی ہے جو بھی صحیح ہو، اس لیے اس کے اسلحہ خانے بھی ہتھیاروں سے خالی ہو چکے ہیں۔سنان و خنجر، شمشیر و سنان، تیر اور کمند وغیرہ زیادہ دیکھنے میں نہیں آتے...... واعظ اور محتسب بھی برطرف ہو چکے ہیں۔صرف جوش ملیح آبادی نے ایک شیخ جی کو تیر اندازی کی مشق کے لیے زم رکھ چھوڑا ہے۔اقبال کا ملا بالکل دوسری چیز ہے وہ ایک مزاحیہ کردار نہیں جس کی جھوٹی پرہیزگاری پہ پھبتی کہی جاتی ہے،ایک سماجی ادارہ ہے جس سے اقبال کو نہایت سنجیدہ اختلافات ہیں...... حالی کے زمانے میں قوم کا دکھ & مضامین پہ بھاری تھا۔چنانچہ قوم شاعر کی محبوب ٹھہری درد کے معنی درد دل کے بجائے قوم کا درد سمجھا جانے لگا۔صاحب دل سے صوفی یا ولی اللہ کے بجائے دل کھول کر چندہ دینے والے مراد لیے جانے لگے۔ذوق اور توقیر کے معنی محبوب

کے دڑ* رمیں رسائی* رسائی* رسائی کے بجائے اقتصادی خوشحالی+ حالی مقرر ہوئے۔ حالی کو قوم کی عزت سے ڑ* دہ دلچسپی تھی، اکبر کو قوم کی معاشرت سے۔ چنانچہ اکبر نے مغرب کے معاشرتی اداروں کے لیے علامات وضع کیں، مس، صا # ، ہوٹل وغیرہ وغیرہ۔ ان میں کسی کے معنی ہیں بے دینی اور بے حیائی کسی سے بے مروتی اور نخوت مراد ہے۔ کسی کے معنی گھر W+ گی سے رکھائی اور بے تعلقی کے ہیں۔ قومی دور کے فوراً بعد ملک اور شاعری پ وطنی دور* ۔ بلبل، صیاد، قفس، گلستان، بہار% ان ان & استعاروں میں نئے معانی پیدا ہو گئے۔ قاتل اور سرفروش، + ال اور دار و رسن، ان & میں نئے سرے سے جان آ گئی۔ صوفیانہ اور عاشقانہ علامات یکسر سیاسی ہو گئیں۔'' (5)

اس دلچسپ اور معنی خیز تجزیے میں فیض احمد فیض اقبال کی علامات کی Ð+اد $ اور معنوی تنوع کو بطور خاص موضوع بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس دور میں اقبال کی شاعری پ وال% تھی۔ اقبال کا میدان وسیع بھی تھا اور اس کا بہت سا حصہ مشرقی شاعری کے لیے اجنبی بھی۔ لیکن انہوں نے نئی علامات وضع کرنے کے بجائے پ انی علامات میں نئی روح پھونکنا* دہ منا & تصور کیا جیسا کہ آپ جا... ہیں کہ ان کی مرا ی علامت عشق ہے جس سے وہ جنسیاتی کشش نہیں، ا- ایسا: اداد اور اصطراری ن بہ مراد e ہیں جو K ن کو سماجی اور اخلاقی ارتقا کے لیے بے قرار ر r ہے۔ اپ* تی اخلاقی اور سماجی تصورات کی وضا # کے لیے وہ ا- ہی لفظ کو مختلف جگہ مختلف مفہوم میں استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً پ وی اور فرہاد سیاسی میدان میں سرمایہ دار اور مزدور کے مترادف ہیں اور اخلاقی میدان میں ماد $ پ ستی اور بے لوث اصول پ ستی یعنی Idealism کے " جمان میخانہ سیاسی معنوں میں دو ) والوں کی محفل ہے اور اخلاقی معنوں میں صاحبِ دل لوگوں کی مجلس، بلبل عام طور سے شاعر ہے اور پ وانہ اقبالیاتی عشق کا Ú ئندہ۔ بہر حال اقبال کو کسی تحر- کی چار دیواری میں بند نہیں کیا جا سکتا ان کا ا- قدم پ انے وطن پ ستوں میں ہے اور دوسرا موجودہ " قی پسندوں میں۔ قوم اور وطن کے بعد انقلاب اور مزدور و سرمایہ کا جو دور* ا اس کی پہلی جھلک بھی انہی کے ہاں دکھائی دیتی ہے......'' (6)

اقبال کے بعد کے دور کا تجزیہ کرتے ہوئے فیض احمد فیض بتاتے ہیں کہ:

''اب ہم* ب لکل آج کل کے دور میں پہنچ گئے ہیں۔ قومیت اور وطنیت پ ستی کے بعد ہماری شاعری میں دو نئی شاخیں پھوٹیں، ا- نئی قسم کی غنائی شاعری پیدا ہوئی۔ & سے پہلے حسرت اور اس کے بعد اختر شیرانی، حفیظ جالندھری، جوش، جگر اور کئی ا- دوسرے شعرا نے حُسن و عشق کو محض مضمون شعر کے طور

سے نہیں ذاتی تجربے کے رنگ میں بیان کرنا شروع کیا۔ کئی ایک پرانے استعاروں میں نئے سرے سے جان آ گئی۔ کئی ایک نئی علامات پیدا ہو N ......ایک طرف یہ میٹھی لوریں ہو رہی تھی دوسری طرف انقلاب کی چنگھاڑیں ہو N ۔ جوش ملیح آبادی اور کئی ایک نوجوان شعرانے موجودہ دور کے خلاف غم و غصہ کا اظہار اور انقلاب کی آمد آمد کا اعلان شروع کیا۔ برق، ورعد، آندھی، زلزلہ، خون یہ انقلاب کی علامات ٹھہریں۔ شمشیر و سناں، تیغ و تفنگ حسینوں کے ناز و ادا کے بجائے انقلاب کی بڑھتی ہوئی طاقتوں کے آلہ کار قرار پائے۔''(7)

جس جغرافیے کا نام پاکستان قرار پایا وہ پانچ بڑی زبانوں اور متعدد چھوٹی زبانوں اور ان گنت بولیوں کا خطہ ہے۔ سندھی، بلوچی، پشتو اور پنجابی زبانیں 3 ملک کے مغربی حصے سے متعلق تھیں اور بنگالی جیسی عظیم زبان ملک کے مشرقی حصے کی زبان تھی۔ ملک کے دونوں حصوں میں مکانی فاصلہ زیادہ تھا یا ذہنی فاصلہ؟ یہ بات تحقیق طلب ہے، لیکن انہی فاصلوں کی وجہ سے بنگالی جیسی عظیم زبان کے منفرد اور لسانی تجربات ہماری ادھر کے زبانوں کا حصہ نہ بن سکے۔

صدیوں سے آباد اور آسودہ، اس خطے پاکستان کی زبانوں کا دامن ہر طرح کے ابلاغی تجربات سے پُر ہے۔ سندھی ہو یا پنجابی، پشتو ہو یا بلوچی یہ & زبانیں 3 اپنا ایک پختہ مزاج، اپنا ایک منفرد شعور اور اپنا ایک علیحدہ اسلوب و آہنگ رکھتی ہیں۔ اردو زبان کی اساسی بنیاد ان تمام زبانوں کی اجتماعی بصیرت اور لسانی اقدار کو اپنے دامن میں سمیٹ کر آگے بڑھتا ہے پاکستان کے بڑے اردو شاعر وہ فیض احمد فیض ہوں، حفیظ جالندھری ہوں، حبیب جالب ہوں، * زی، احمد ندیم قاسمی ہوں یا احمد فراز & کی مادری زبان مختلف تھی، تو گویا اس طرح پاکستان کی اردو شاعری پاکستان کی دیگر زبانوں کے اثرات و ثمرات کو سمیٹے ہوئے نظر آتی ہے پاکستان شاہ عبداللطیف بھٹائی، سچل سرمست، وارث شاہ، شاہ حسین، بلھے شاہ، خوشحال خان خٹک، رحمان بابا، مست توکلی، میر گل خان نصیر، عبداللہ جمال دینی، محمد حسین عنقا اور آزات جمال دینی کا وطن ہے۔ حاضر و موجود سے بے زاری، ظلم و ناانصافی کے خلاف مزاحمت اور غاصب کے خلاف بغاوت اور امن و انصاف کے حامل ایک فلاحی معاشرے کے قیام کے لیے بے وجہدان تمام شعراء کا اجتماعی موضوع ہے۔ ان شعراء کے پیدا کردہ اجتماعی شعور نے پاکستانی شاعری کے مزاج کو شدت سے متاثر کیا۔ شعری علامات کے معنی و مفہوم کو بدلنے اور توسیع دینے میں C بنیادی کردار ادا کیا۔

لیکن پاکستانی شاعری کے علامتی نظام کو ہماری گزشتہ ستر سالہ سیاسی، سماجی، مذہبی زندگی کے احوال وحادثات نے زیادہ شدت سے متاثر کیا ہے۔ قیام پاکستان سے پہلے اقبال نے جس روشن خیالی اور ذہنی آزادروی کے چلن کو عام کیا تھا اور معاشرے سے جس طرح سے ملاّ کو اس کی ہمہ o شرارتوں سمیت بے دخل کیا تھا وہ & کچھ رفتہ رفتہ ختم ہونا شروع ہوا۔ اس کا اثر شعری علامتی زندگی پر بھی پڑا۔ ''سبز سویرے'' اور ''سرخ سویرے'' کی مبارزت آرائی نے طول نہ کھینچا اور ملک و معاشرہ بے دخل ملاّ کے تصرف میں دے دیا گیا۔ کسی بھی معاشرے میں شعر و شاعر دونوں کو اسیر نہیں کیا جا سکتا۔ (8) یہی وجہ ہے کہ اس پورے عہد میں پاکستانی شاعری کو

*پ بنداور اسیر نہیں کیا جا سکا۔اگ چہ شاع* پ بند سلاسل بھی ہوئے اور جلا وطن بھی *پ کستانی شاعری میں علامت نگاری کا & سے ,ڑا
Úئندہ شاعر فیض احمد فیض کو خیال کیا جا سکتا ہے۔فیض احمد فیض نے دورِ ستم کو جس تحمل، وقار اور شان سے گوارہ کیا اسے ان کی علامت نگاری کی کلید خیال کیا جا سکتا ہے۔ان کی محبوبہ وطن ہے۔وہ ا یـ ایسے معاشرے میں رہ ہ ہے جہاں سنگ و Ðشت مقید ہیں اور سگ آزاد۔اس معاشرے کا Ùیں وصف یہ ہے کہ اہل ہوس مدّعی بھی ہیں اور منصف بھی۔شام فراق، %* & ،رات، یقینی طور پ اپنے
*. لکل نئے اور . امعانی کی کفا } کررہے ہیں۔فیض کی علامت نگاری کی اصل Ðاد $ اس کا جغرافیائی حدود سے ماوراء ہو* ہے وہ افر i کے غم سے آشنا ہے، وہ کربلائے بیروت کا مکین ہے، اس کا دل فلسطینی مجاہدین کے ساتھ دھڑکتا ہے۔فیض کی حیات میں * . زار سخن + لانہ الماس و گہر کی قدر دانی ہوئی، اس کے * . وجود فیض احمد فیض * . %ا ک دن . A جانے کے یقین کو ہماری شاعری اور نفسیات کا حصہ بنانے میں کامیاب ہوئے۔

فیض کی لغت اور علامت کو احمد فراز نے ,* بھی اور وسیع بھی کیا۔احمد فراز کا غنیم، لشکری، عسکری، در+ ہ دہن، صوفی و سالک، شیوخ و امام، گدا اَ انِ سخن، قلندران وفا، سطوت شمشیر، شکوہ قلم & احمد فراز کے متصل عہد کی علامتیں ہیں۔فیض اور احمد فراز اور متصل عہد رواں کے متعدد شعرا نے مسلسل مزاحمت سے حرف اور قلم کو بجائے خود* . مراد مزاحمت کی علامت بنا* یہ ہے۔عصر حاضر کے شاعر خالد اقبال * یـ سر رخصتی کے عمل کی تمام ‍ سفا کی کو ا یـ متحرک علامت کی صورت دے کر اپنے عصری احوال کو Ä کر* ہے۔رخصتی عنوان کی طویل Ä * پ کستانیوں کے * زہ احوال اور پیکار مسلسل کی علامت بن کر سامنے آتی دکھائی دیتی ہے۔

بے خطر اپنے محفوظ رستے پہ چلتے ہوئے
*. گہانی کوئی حادثہ، سا ¢
گھات، *& خون، حملہ
K نے بِنا تیر، بھٹکی ہوئی کوئی گولی
لٹیروں کا جتھا
شبِ تیر* رمیں، دن دہاڑے
چُھرا، شاہ رگ پ کوئی
نیزہ . دار، پسلی
طمنچہ، خمیدہ ٹ V پہ انگلی کا خم
ا یـ معصوم کی کنپٹی ____ رخصتی (9)

خالد اقبال * یـ سر کی طویل Ä ’رخصتی‘ بلند آہنگ بھی ہے اور تیز رفتار بھی۔رفتار اور پ واز کا آپس میں .ڑا گہرا تعلق ہے۔ا یـ Ä کو یہ رفتار ہم آہنگ الفاظ کی + رونی قوت سے حاصل ہوتی ہے اسی + رونی قوت سے ’رخصتی‘ رفتار کا وہ درجہ حاصل کرتی ہے۔ جو اسے

کرہ ارض کے نہاۓ مشکل حصار سے آزاد کردیتی ہے اور وہ خلا میں تیرتے ہوئے کرہ ارض کو تمام تفصیلات کو دیکھ اور سمجھ سکتا ہے۔کرہ ارض کی یہ تمام تفصیلات اور ان کا مآل شاعر نے اس شان سے کیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔'عالم حیرت' صوفیہ کے نزدیک ایک مقام ہے اور اس میں محو رہنے والوں کی منزل کھوٹی ہوسکتی ہے ۔خالد اقبال یاسر کے شعری مجاہدے میں عالم حیرت کا کوئی وجود نہیں ہے، خالد اقبال یاسر امر واقعہ کا شاعر ہے اور اسی لیے اپنے بیانیے میں حد درجہ سفاک،

فرقہ، تحریک، امت

دین، ایمان، مذہب، عقیدہ، دھرم، یہ

طریقہ، شریعت

مبلغ، مجدّد، معلم، رشی، عبقری

قادری، نقشبندی، سہروردیہ سلسلے، خواجگی

حجاج، چنگیز، بش جیسے سفاک

طبقات، ان کی ساختہ ذات پات

تعصب، ستم، خوف، خونخواریاں

بے کسی، آہ لاچاریاں

فلسفہ، عقل، دیوانگی

رخصتی(10)

علامت کا سفر جاری ہے، اگرچہ علامتوں کے حوالے بدلتے رہیں گے۔یہ تبدیلی پاکستانی شاعری میں مجاہد سے لے کر دہشت گرد تک اور دوست دشمن کے خلاف بھرپور جنگ سے لے کر مکار اشرافیہ کے بے رحمانہ تسلط تک اپنا رنگ دکھاتی رہے گی۔پاکستانی معاصر شعراء کے سامنے اس قدر سفاک حقائق ہیں کہ ان کے قلم دہشت کی تصویروں اور موت کے نغموں کے درمیان پھنسے ان کی زندگی آرزوؤں اور محبت کا ذکر کسی نہ کسی طرح طور کرنے کی کوشش تو کرتے ہیں کبھی یہ کوشش بارآور ہوتی اور کبھی یہ سعی ناکام رہتی ہے۔

# حوالہ جات


1- ای۔ ادیب کا مذہب تو ہوسکتا ہے لیکن ادب کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔

2- انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی تحریکیں (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، اشاعت دوم، 1991ء) ص 131

3- فیض احمد فیض، میزان (کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، 1987ء) ص 143

4- فیض احمد فیض، میزان، ص 118

5- فیض احمد فیض، میزان، ص 146-147

6- فیض احمد فیض، میزان، ص 147-148

7- فیض احمد فیض، میزان، ص 148-149

8- ذہن وضمیر کی مکمل آزادی، اس آزادی کا احساس اور اس احساس کا فنکارانہ ابلاغ شعر اور شاعر دونوں کے لیے C دی شرط کا درجہ رp ہیں۔

9- خالد اقبال یاسر، رخصتی (اسلام آباد: ابلاغ طبع اول، 2005ء) ص 81

10- خالد اقبال یاسر، رخصتی، ص 113-114